Vol. 3 No. 11 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651 Print ISSN 3006-466X

Women's Inheritance in the Modern Era: An Analytical Study in an Islamic Perspective

" عصرِ حاضر میں عورتوں کی وراثت: اسلامی تناظر میں تجزیاتی مطالعہ "

[1]**Aisha Kiran -Email-** Kfueit9t9@gmail.com
[2]**Dr. Mazhar Hussain -Email-** mazharhussainbhadroo@gmail.com
[3]**Dr. Shahid Habib -Email-** shahid.habib@kfueit.edu.pk
[1]MPhil Scholar, Islamic Studies, IHA, KFUEIT, RYK
[2]Lecturer, Islamic Studies, IHA, KFUEIT, RYK
[3]Assistant Professor of Islamic Studies, IHA, KFUEIT, RYK

Article Details:

Received on 22 Oct, 2025
Accepted on 17 Nov ,2025
Published on 18 Nov, 2025

Corresponding Authors*:

Abstract

Islam has granted women clear and undeniable rights of inheritance as part of a comprehensive system of justice. However, in the modern era, various social, cultural, and legal barriers often prevent women from accessing their rightful shares. This deprivation not only leads to injustice towards women but also disrupts familial balance and social harmony. This study analyzes the challenges of women's inheritance from an Islamic perspective and explores solutions in light of the Qur'an and Sunnah. The findings highlight that the Qur'anic principles of inheritance are not limited to the distribution of wealth but constitute a holistic framework of equity and societal stability. When applied effectively in contemporary societies, these principles can safeguard women's rights and foster a just and harmonious social order. In essence, the Islamic viewpoint on women's inheritance is crucial not only for individual justice but also for the moral and structural development of society.

Keywords: Women's Inheritance, Islam, Contemporary Issues, Justice, Social Stability

Vol. 3 No. 11 (2025)
Journal of Social Signs Review
Online ISSN 3006-4651
Print ISSN 3006-466X

عنوان:

"عصرِ حاضر میں عورتوں کی وراثت: اسلامی تناظر میں تجزیاتی مطالعہ"

اسلام ایک ایسا دین ہے جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو منظم اور متوازن انداز میں بیان کرتا ہے۔ قرآن و سنت میں حقوق و فرائض کی وضاحت نہ صرف مردوں کے لیے کی گئی ہے بلکہ عورتوں کے لیے بھی شفاف انداز میں موجود ہے۔ انہی بنیادی حقوق میں وراثت کا حق شامل ہے جو عورت کی مالی خود مختاری اور سماجی مقام کو مضبوط کرتا ہے۔ اسلام نے عورت کو اس کا وراثتی حق دے کر اسے ایک باعزت فرد کی حیثیت بخشی، جبکہ ماضی کی بیشتر تہذیبوں میں اسے اس حق سے محروم رکھا جاتا تھا۔ اسلام سے قبل مختلف معاشروں اور تہذیبوں میں عورت کی وراثتی حیثیت نہایت کمزور اور ناگفتہ بہ تھی۔ عرب معاشرے میں دورِ جاہلیت میں عورت کو وراثت میں شامل نہیں کیا جاتا تھا بلکہ خود عورت کو ترکے کا حصہ سمجھ کر تقسیم کیا جاتا تھا۔ بیوہ عورت کو اکثر ورثاء اپنی مرضی سے اپنے نکاح میں لے لیتے یا دوسرے کو منتقل کر دیتے تھے۔ ہندو روایت میں عورت کو وراثت میں حصہ دار نہیں سمجھا جاتا تھا، صرف مرد ہی وارث بنتے تھے۔ یونانی اور رومی تہذیب میں بھی عورت کو جائیداد رکھنے یا وراثت پانے کا کوئی حق حاصل نہ تھا اور اسے مرد کے زیرِ دست ایک کمزور وجود سمجھا جاتا تھا۔ اسی طرح یہودی و عیسائی روایات میں بھی بیٹی کو وراثت سے محروم رکھا جاتا یا صرف بیٹے کو وارث قرار دیا جاتا۔ ان حالات میں اسلام نے آکر عورت کی محرومی کو ختم کیا اور اسے وراثت میں ایک واضح اور لازمی حصہ دار بنایا۔

قرآن مجید نے عورت کو وراثت کا مستقل حق دے کر اس کی حیثیت کو بلند کیا اور یہ اصول وضع کیا کہ ترکہ خواہ کم ہو یا زیادہ، عورت کو اس کا حق ہر حال میں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے": **لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا**"[1] ترجمہ: "مردوں کے لیے بھی حصہ ہے اس مال میں جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں، اور عورتوں کے لیے بھی حصہ ہے اس مال میں جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں، خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ۔ یہ حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔" اس آیت میں "**نَصِيبًا مَّفْرُوضًا**" کے الفاظ عورت کے وراثتی حق کو ایک لازمی اور فرض شدہ حکم قرار دیتے ہیں، جسے کوئی شخص ختم یا تبدیل نہیں کر سکتا۔ اسی طرح احادیثِ نبویہ میں بھی عورت کے اس حق پر زور دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا": **إن الله قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث**"[2] یعنی "اللہ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے، اس لیے وارث کے لیے وصیت جائز نہیں۔" یہ حدیث اس حقیقت کو مزید واضح کرتی ہے کہ وراثتی حصے قرآن کے مطابق مقرر ہو چکے ہیں اور کسی وارث، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، کو اس کے حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

اسلام نے عورت کو وراثت میں حصہ دینے کے ساتھ ساتھ حکمت اور عدل پر مبنی ایک معاشرتی نظام بھی قائم کیا ہے۔ عورت کو اگرچہ مرد کے مقابلے میں بعض صورتوں میں کم حصہ دیا گیا ہے، لیکن یہ کمی اس وجہ سے ہے کہ مرد پر نان و نفقہ، بیوی اور بچوں کی کفالت، والدین اور دیگر رشتہ داروں کی ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں، جبکہ عورت کو ان ذمہ داریوں سے آزاد رکھا گیا ہے۔ اس لیے عورت کو جو حصہ دیا گیا ہے وہ درحقیقت اس کی مالی آزادی اور سماجی تحفظ کی ضمانت ہے۔ اسلام کا یہ نظام عورت کے مقام و مرتبے کو بلند کرنے اور اسے عزت و وقار عطا کرنے کا ذریعہ ہے۔

عورت کی وراثت کا قرآنی پس منظر

اسلامی تعلیمات میں وراثت کو نہایت تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے تاکہ کسی وارث کا حق ضائع نہ ہو اور معاشرے میں عدل و انصاف قائم رہے۔ خصوصاً سورۃ النساء کی آیات 11، 12 اور 176 میں وراثت کے احکام انتہائی جامع انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ ان آیات میں مردوں کے ساتھ

[1] (النساء: 7)

[2] (سنن ابوداؤد، حدیث: 2870)

Online ISSN Print ISSN

3006-4651 3006-466X

ساتھ عورتوں کے حصے بھی نمایاں طور پر ذکر کیے گئے ہیں۔ قرآن مجید نے عورت کو نہ صرف وراثت کا حق دیا بلکہ اس حق کو "فرض" قرار دے کر لازمی اور ناقابلِ تردید بنایا۔

"يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا
السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ"[3]

ترجمہ: "اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے، پھر اگر صرف لڑکیاں ہوں، دو یا زیادہ، تو ان کے لیے ترکے کا دو تہائی ہے، اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لیے نصف ہے۔ اور میت کے والدین میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے اگر میت کی اولاد ہو۔ اور اگر اولاد نہ ہو اور صرف والدین وارث ہوں تو ماں کے لیے ایک تہائی ہے۔ لیکن اگر اس کے بھائی ہوں تو ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے۔"

یہ آیت عورت (بیٹی) کے حقِ وراثت کو یقینی بناتی ہے اور اسے اس بات کی ضمانت دیتی ہے کہ وہ اپنے والد کے ترکے میں لازمی حصہ دار ہے۔ اسلام سے پہلے بیٹی کو وراثت سے محروم رکھا جاتا تھا اور ترکہ صرف بیٹوں یا قریبی مرد رشتہ داروں میں تقسیم ہوتا تھا۔ لیکن قرآن نے بیٹی کا حق واضح اور لازمی کر دیا، چاہے وہ اکیلی ہو یا ایک سے زیادہ۔ اگر ایک بیٹی ہو تو اسے نصف ترکہ دیا جائے گا، اور اگر بیٹیاں دو یا اس سے زیادہ ہوں تو انہیں دو تہائی مال دیا جائے گا۔ یہ اصول اس بات کا اعلان ہے کہ بیٹی معاشی طور پر خاندان کا ایک اہم حصہ ہے اور اسے کسی طور پر محروم نہیں کیا جا سکتا[4]۔

"وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ
يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ"[5]

ترجمہ: "اور تمہارے لیے نصف ہے اس مال کا جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں اگر ان کی کوئی اولاد نہ ہو، اور اگر ان کی اولاد ہو تو اس صورت میں تمہارے لیے ایک چوتھائی ہے ان کے ترکے میں سے، بعد وصیت یا قرض پورا کرنے کے۔ اور تمہاری بیویوں کے لیے تمہارے مال کا چوتھائی حصہ ہے اگر تمہاری کوئی اولاد نہ ہو، اور اگر اولاد ہو تو بیویوں کا حصہ آٹھواں ہے، بعد وصیت یا قرض پورا کرنے کے۔"

یہ آیت عورت (بیوی) کے وراثتی حق کو یقینی بناتی ہے۔ اسلام نے واضح طور پر بیان کیا کہ بیوی اپنے شوہر کے ترکے میں سے لازمی حصہ دار ہے، چاہے اولاد موجود ہو یا نہ ہو۔ اگر شوہر کی کوئی اولاد نہ ہو تو بیوی کو ایک چوتھائی (1/4) حصہ دیا جائے گا، اور اگر شوہر کی اولاد موجود ہو تو بیوی کو آٹھواں ( ) حصہ ملے گا۔ اس طرح اسلام نے بیوی کو شوہر کی جائیداد میں واضح حق دے کر اس کی معاشی ضروریات اور زندگی کے استحکام کو یقینی بنایا۔ اسلام سے قبل دنیا کی مختلف تہذیبوں میں بیوی کو شوہر کی جائیداد پر کوئی حق حاصل نہ تھا۔ بعض جگہوں پر شوہر کے مرنے کے بعد بیوی کو خود ترکے کے مال کی طرح تقسیم کر دیا جاتا تھا یا اسے ورثاء کی مرضی کے تابع کر دیا جاتا تھا۔ اسلام نے اس جاہلانہ رسم کو ختم کیا اور بیوی کو ایک مستقل وارث کے طور پر تسلیم کیا۔ یہ نہ صرف عورت کی عزت و وقار کی بحالی تھی بلکہ اسے ایک مضبوط سماجی اور معاشی تحفظ فراہم کرنے کا ذریعہ بھی تھا۔[6]

"يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ
مِمَّا تَرَكَ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ"[7]

---

[3] (النساء: 11)

[4] تفسیر ابن کثیر، تفسیر طبری، النساء: 11

[5] (النساء: 12)

[6] القرآن الکریم، سورۃ النساء، آیت 12

[7] (النساء: 176)

Vol. 3 No. 11 (2025)
Journal of Social Signs Review
Online ISSN 3006-4651
Print ISSN 3006-466X

ترجمہ: "لوگ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں۔ کہہ دیجیے: اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو اس کے لیے آدھا ترکہ ہے، اور وہ بھائی اس بہن کا وارث ہوگا اگر اس کی اولاد نہ ہو۔ پھر اگر دو بہنیں ہوں تو ان کے لیے ترکے کا دو تہائی ہے، اور اگر کئی بہن بھائی ہوں، مرد اور عورت دونوں، تو مرد کو عورت کے مقابلے میں دو حصے ملیں گے۔ اللہ تمہارے لیے وضاحت فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔"

احادیث سے استدلال

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے، لہٰذا وارث کے لیے وصیت جائز نہیں۔"[8]

یہ حدیث اس بات کو واضح کرتی ہے کہ وراثتی تقسیم میں عورت اور مرد کا جو حق قرآن نے بیان کیا ہے، وہ ناقابلِ تغیر ہے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے قرآن میں عورت، مرد، بیوی، بیٹی، ماں اور دیگر ورثاء کے حصے مقرر کر دیے ہیں تو کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنی مرضی یا رواج کے مطابق ان حصوں میں کمی یا بیشی کرے۔ یہاں تک کہ وصیت کے ذریعے بھی کسی وارث کو اس کے مقررہ حصے سے زیادہ یا کم دینا جائز نہیں، کیونکہ یہ تقسیم براہِ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس میں انسانی اجتہاد یا خواہش کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

یہ اصول عورت کے حقِ وراثت کو مزید مضبوط کرتا ہے۔ بعض معاشروں میں یہ دیکھا گیا کہ عورت کو وراثت سے محروم رکھنے کے لیے وصیت یا دیگر حیلے بہانے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس حدیث سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ایسی تمام کوششیں باطل ہیں اور عورت کو اس کا حصہ لازمی طور پر دیا جانا چاہیے۔ اس طرح اسلام نے عورت کے حقِ وراثت کو ایک ایسا مضبوط قانونی اور شرعی تحفظ فراہم کیا ہے جسے کوئی رواج، ثقافت یا ذاتی خواہش ختم نہیں کر سکتی۔

مزید یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں بھی واضح فرمایا کہ " **:اے لوگو! تم پر لازم ہے کہ تم اللہ کی حدود کی پاسداری کرو۔**[9] "۔ وراثتی تقسیم چونکہ براہِ راست اللہ کی مقرر کردہ حدود میں سے ہے، اس لیے ان کی خلاف ورزی دراصل اللہ کے حکم کی نافرمانی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عورت کو اس کے وراثتی حصے سے محروم رکھنا نہ صرف ظلم بلکہ ایک بڑا گناہ ہے۔

فقہائے کرام نے بھی اس بات پر اجماع کیا ہے کہ وارث کے لیے وصیت جائز نہیں اور اگر کوئی شخص وصیت کے ذریعے وارث کے حصے میں تبدیلی کرے تو وہ وصیت کالعدم ہوگی۔ امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں": **وصيةٌ للوارث لا تصحُّ بإجماع أهل العلم**[10] "یعنی" وارث کے حق میں وصیت بالاتفاق علما کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔"

اس طرح قرآن و سنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ عورت کے حصے کو کسی صورت نظرانداز نہیں کیا جا سکتا اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ وراثتی حصے ہمیشہ کے لیے قائم رہیں گے۔

اسلام سے پہلے عورت کی وراثتی حیثیت اور مختلف تہذیبوں میں اس کا تجزیہ

اسلام سے قبل مختلف معاشروں اور تہذیبوں میں عورت کو وراثت کے حق سے محروم رکھا جاتا تھا۔ عورت کو بعض اوقات مرد کے برابر انسان بھی نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ اسے محض ایک جائیداد یا سامان تصور کیا جاتا۔ جب کوئی شخص فوت ہوتا تو اس کی بیوی اور بیٹیاں بھی مال و اسباب کے ساتھ وارثوں کے

[8] سنن ابوداؤد، کتاب الوصایا، حدیث: 2870

[9] (صحیح مسلم، کتاب الحج، حدیث: 1218)

[10] (المغنی، جلد 6، ص 37)

Vol. 3 No. 11 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN Print ISSN

3006-4651 3006-466X

درمیان تقسیم کر دی جاتی تھیں۔ یہ ظلم و ناانصافی عورت کے بنیادی انسانی حقوق کی سنگین پامالی تھی۔ جاہلی عرب معاشرے میں عورت کو نہ صرف وراثت سے محروم رکھا جاتا بلکہ بعض اوقات اسے زبردستی وارث کے نکاح میں دے دیا جاتا تاکہ وہ خود بھی جائیداد کی طرح استعمال کی جا سکے۔ رومی اور یونانی تہذیبوں میں عورت کو وراثت میں شریک نہیں کیا جاتا تھا بلکہ تمام املاک اور جائیداد مردوں کے ہاتھ میں رہتی تھی۔ قدیم ہندوستان میں بھی عورت کو صرف گھریلو ذمہ داریوں تک محدود رکھا گیا اور وراثت کو مردوں کا ہی حق سمجھا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ بیوہ عورت کو بھی شوہر کے ترکے سے محروم رکھا جاتا اور بعض اوقات اسے خودستی کی رسم کے تحت ختم کر دیا جاتا تھا۔ یہودی اور عیسائی معاشروں میں بھی عورت کو اکثر وراثت کے حق سے محروم رکھا جاتا، اور زیادہ تر جائیداد بیٹوں یا قریبی مرد رشتہ داروں کے حصے میں جاتی۔ ان تمام معاشروں میں عورت کو کم تر درجے کا انسان سمجھا گیا اور اس کے معاشی حقوق کو دبا دیا گیا۔ اسلام نے ان تمام ظالمانہ رسوم کا خاتمہ کرتے ہوئے عورت کو عزت، وقار اور وراثت کا باقاعدہ حق دیا اور یہ اعلان کیا کہ وہ بھی مردوں کی طرح میراث کی حق دار ہے۔[11]

جاہلی عرب معاشرہ

اسلام سے پہلے عرب معاشرے میں عورت کی سماجی حیثیت نہایت کمزور اور غیر محفوظ تھی۔ اسے وراثت، جائیداد اور معاشی حقوق میں کوئی مقام حاصل نہ تھا۔ قبائلی روایات کے مطابق وراثت صرف ان مردوں کو ملتی تھی جو جنگ و جدل یا قبیلے کی حفاظت کرنے کی طاقت رکھتے تھے۔ عورت کو چونکہ جسمانی طور پر جنگ کرنے یا قبائلی جھگڑوں میں حصہ لینے کے قابل نہیں سمجھا جاتا تھا، اس لیے اسے وراثت میں شامل کرنے کا تصور بھی موجود نہ تھا۔ اس ظلم کی انتہا یہ تھی کہ بعض اوقات بیوہ عورت کو اس کے شوہر کے ترکے میں بطور جائیداد تقسیم کر دیا جاتا تھا، یعنی اسے زبردستی مرحوم شوہر کے وارثوں میں سے کسی ایک کے نکاح میں دے دیا جاتا یا وہ آزاد مرضی کے بغیر کسی کے پاس منتقل کر دی جاتی۔ اس طرح عورت کو ایک انسان کے بجائے محض مال و اسباب کی طرح شمار کیا جاتا تھا۔[12]

اسلام نے آکر اس جاہلانہ اور غیر انسانی رسم کو ختم کر دیا۔ قرآن نے واضح الفاظ میں اعلان فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا[13]) "

ترجمہ" : اے ایمان والو! تمہارے لیے جائز نہیں کہ زبردستی عورتوں کو وراثت میں لے لو۔"

یہ آیت نہ صرف عورت کو جائیداد تصور کرنے کی ظالمانہ روایت کو ختم کرتی ہے بلکہ عورت کو ایک باعزت اور خود مختار شخصیت کے طور پر تسلیم کرتی ہے۔ اسلام نے عورت کو وراثت میں حصہ دینے کا ایک مکمل اور منصفانہ نظام قائم کیا۔ قرآن میں ارشاد ہے:

"لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا[14]) "

ترجمہ" : مردوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں، اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں، خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ، یہ حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔"

[11] ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، جلد 2، ص 207۔

[12] ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، تفسیر سورۃ النساء.

[13] النساء: 19

[14] النساء: 7

Online ISSN Print ISSN

3006-4651 3006-466X

یہ اعلان تاریخ انسانی میں ایک انقلابی قدم تھا۔اس آیت کے ذریعے پہلی بار عورت کو اس کی حیثیت اور اس کے معاشی حقوق تسلیم کیے گئے۔اسلام نے عورت کو نہ صرف والدین اور شوہر کے ترکے میں حق دار قرار دیا بلکہ بیٹی، بہن، ماں اور بیوی کی حیثیت سے اس کے حصے کو بھی باقاعدہ مقرر کر دیا۔سورۃ النساء کی آیات (11، 12، 176) میں تفصیل کے ساتھ وراثتی حصے بیان کیے گئے ہیں، جنہیں "آیات المواریث" کہا جاتا ہے۔

اسلامی فقہ میں بھی اس حق کی وضاحت کی گئی ہے کہ عورت کے لیے وراثت کا حصہ نہ صرف اس کی کفالت اور تحفظ کا ذریعہ ہے بلکہ یہ اس کی عزت اور آزادی کی ضمانت بھی فراہم کرتا ہے۔بیٹی کو باپ کے ترکے میں، ماں کو اولاد کے ترکے میں، بیوی کو شوہر کے ترکے میں اور بہن کو بھائی کے ترکے میں حق دیا گیا ہے۔یہ بات ثابت کرتی ہے کہ اسلام نے عورت کو نہ صرف انسانی وقار دیا بلکہ عملی طور پر معاشی تحفظ بھی فراہم کیا۔

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ یونان، روم اور ہند جیسے قدیم معاشروں میں بھی عورت کو وراثت کے حوالے سے مرد کے برابر حقوق حاصل نہ تھے۔یونانی تہذیب میں عورت کو وراثت میں حصہ دینے کا تصور ہی نہیں تھا، روم میں عورت محض ایک "پراپرٹی" سمجھی جاتی تھی، جبکہ قدیم ہند میں عورت کو شوہر کی وفات کے بعد "ستی" کی رسم میں جلا دیا جاتا تھا۔ان تمام غیر انسانی رویوں کے برعکس اسلام نے عورت کی جان، مال، عزت اور وراثت کے حقوق کو محفوظ بنایا۔[15]

رومی تہذیب

قدیم رومی تہذیب میں عورت کو وراثت میں ایک محدود اور ثانوی حیثیت دی جاتی تھی۔جائیداد اور املاک زیادہ تر مردوں کے ہاتھ میں رہتی تھیں اور عورت کو اس کا مستقل حصہ دار تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔رومی قانون کے مطابق عورت اپنے والد، شوہر یا کسی مرد سرپرست کے زیرِ کفالت رہتی تھی اور اگر شوہر کا انتقال ہو جاتا تو بیوہ کو صرف نفقے کا حق ملتا تاکہ وہ زندگی گزار سکے، لیکن اسے وراثت میں کوئی مستقل حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔اس کے برعکس رومی معاشرے میں بیٹوں کو خاندان کا اصل وارث سمجھا جاتا اور جائیداد ہمیشہ مردانہ نسل میں منتقل کرنے کو ترجیح دی جاتی تھی۔بیٹیوں کو صرف اس صورت میں وراثت ملتی جب کوئی بیٹا موجود نہ ہوتا، اور اس وقت بھی ان کا حصہ محدود رکھا جاتا۔اسی طرح بیوہ کو بھی شوہر کی وفات کے بعد صرف نفقے کا حق دیا جاتا، جائیداد کی شریک مالک نہیں بنایا جاتا، اور زمین یا بڑے وسائل کی ملکیت دینا عورت کے لیے غیر معمولی اور ناپسندیدہ عمل سمجھا جاتا تھا۔یہ تمام رویے اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ رومی تہذیب میں عورت کو وراثت کے بنیادی حق سے محروم رکھا گیا اور اس کی حیثیت ہمیشہ ایک تابع اور کمزور فرد کی رہی۔

اسلام نے آکر عورت کی وراثتی حیثیت کو یکسر بدل ڈالا اور اسے ایک واضح، مستقل اور خدائی حق کے طور پر تسلیم کیا۔قرآن و سنت نے یہ اصول قائم کیا کہ عورت محض نفقہ لینے والی نہیں بلکہ جائیداد کی مستقل حصہ دار ہے۔قرآن مجید میں ارشاد ہے": لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا "(النساء: 7) ترجمہ: "والدین اور رشتہ دار جو کچھ چھوڑ جائیں اس میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی حصہ ہے، خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ، یہ حصہ مقرر کیا گیا ہے۔" یہ آیت اس بات کا اعلان ہے کہ عورت کو وراثت میں لازمی حصہ دیا جائے گا اور یہ حصہ اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے۔اسی طرح قرآن میں بیٹی کے حصے کے بارے میں فرمایا گیا": يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ "...(النساء: 11) یعنی بیٹے کے مقابلے میں بیٹی کو نصف حصہ ملے گا لیکن یہ نصف بھی اس کے ذاتی اور آزاد حق کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔بیوہ کے حصے کے متعلق قرآن نے فرمایا": وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا

[15] ڈاکٹر حمید اللہ، اسلام کا معاشی نظام۔

Vol. 3 No. 11 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651 Print ISSN 3006-466X

تَرَكْتُم "...(النساء: 12) ترجمہ: "اور اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہاری بیویوں کا ترکہ میں چوتھائی حصہ ہے، اور اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کا آٹھواں حصہ ہے۔" اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ بیوہ عورت کو محض نفقہ نہیں بلکہ جائیداد میں مستقل اور لازمی حصہ دیا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی وراثت کے احکام پر سختی سے عمل کروایا اور فرمایا": إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ "(سنن ابوداؤد، حدیث 2870) یعنی "اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کو اس کا حق دے دیا ہے، اس لیے وارث کے لیے وصیت نہیں کی جاسکتی۔" اس فرمان سے واضح ہوتا ہے کہ عورت کا حصہ کسی مرد یا خاندان کی مرضی پر منحصر نہیں بلکہ یہ اللہ کا مقرر کردہ حق ہے جسے کوئی ختم یا تبدیل نہیں کر سکتا۔

اگر رومی اور اسلامی نظام کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو دونوں میں واضح فرق سامنے آتا ہے۔ رومی نظام میں بیٹی کو صرف اس وقت وراثت ملتی جب بیٹا موجود نہ ہوتا، جبکہ اسلام نے بیٹے کے ساتھ بھی بیٹی کو لازمی نصف حصہ دیا۔ رومی نظام میں بیوہ کو صرف نفقے کا حق دیا جاتا تھا جبکہ اسلام نے اسے شوہر کے ترکے میں ایک چوتھائی یا آٹھواں حصہ دیا۔ رومی نظام میں زمین اور جائیداد سے عورت کو عموماً محروم رکھا جاتا تھا جبکہ اسلام نے اسے مقررہ اور آزادانہ ملکیت عطا کی۔ اسی طرح رومی نظام میں عورت ہمیشہ مرد سرپرست کے تابع رہتی تھی جبکہ اسلام نے اسے ایک آزاد اور خود مختار وارث قرار دیا۔

یونانی تہذیب

یونانی معاشرے میں عورت کو سماجی طور پر کمتر سمجھا جاتا تھا اور اسے وراثت کے حق سے محروم رکھا جاتا تھا۔ صرف بیٹے یا قریبی مرد رشتہ دار وراثت کے مالک بنتے تھے۔ عورت کو صرف جہیز یا تحائف کی شکل میں کچھ دیا جاتا تھا جو وراثت کا نعم البدل سمجھا جاتا۔

یونانی معاشرے میں عورت کو ہمیشہ ایک کمتر درجے کا فرد سمجھا جاتا تھا اور اس کی حیثیت مردوں کے مقابلے میں ثانوی تھی۔ عورت کو نہ تو جائیداد کی مستقل وارث تسلیم کیا جاتا اور نہ ہی اسے معاشی معاملات میں آزادی دی جاتی۔ وراثت کا اصل حق صرف بیٹے یا قریبی مرد رشتہ داروں کو حاصل تھا، جبکہ بیٹیوں اور بیواؤں کو اس سے محروم رکھا جاتا تھا۔ عورت کو صرف جہیز یا تحائف کی شکل میں کچھ دے دیا جاتا، جسے وراثت کا نعم البدل قرار دیا جاتا، لیکن یہ جہیز عورت کی مستقل ملکیت نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ اکثر حالات میں شوہر یا اس کے خاندان کے تصرف میں چلا جاتا۔ اس کے علاوہ یونانی فلسفیوں اور دانشوروں جیسے ارسطو نے بھی عورت کو ناقص العقل اور مرد کا تابع قرار دیا، جس کے اثرات یونانی معاشرتی ڈھانچے میں عورت کے مقام پر براہ راست ظاہر ہوئے۔ یونانی قوانین عورت کو وراثتی جائیداد میں شریک کرنے کے بجائے صرف اس کی کفالت کو مرد کی ذمہ داری قرار دیتے تھے، اس طرح عورت کی شخصیت کو ایک آزاد اور خود مختار وارث کے طور پر تسلیم ہی نہیں کیا گیا۔[16]

اسلام نے آکر اس جاہلانہ رویے کو مکمل طور پر بدل دیا اور عورت کو وراثت میں ایک لازمی اور مقررہ حصہ دیا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

"لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ[17] "... یعنی "مردوں کا بھی حصہ ہے اس میں سے جو والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کا بھی حصہ ہے اس میں سے جو والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں، خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ۔" اس آیت نے پہلی بار عورت کو ایک مستقل اور شرعی وارث کے طور پر متعارف کروایا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا": إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ[18] "یعنی "اللہ نے ہر وارث کو اس کا حق دے دیا ہے۔" یہ حدیث اس بات پر زور دیتی ہے کہ عورت کے وراثتی حق کو کسی طور پر روکا یا دبایا نہیں جاسکتا۔

یوں یونانی معاشرے میں عورت کو جو محرومی اور غلامانہ حیثیت دی گئی تھی، اسلام نے اسے ختم کر کے عورت کو ایک باعزت، آزاد اور خود مختار مقام دیا۔ قرآن وسنت نے عورت کو نہ صرف وراثت کا حق دیا بلکہ اسے معاشی طور پر بااختیار بنا کر سماجی انصاف کی بنیاد رکھی۔

16 صحیح بخاری، کتاب الفرائض

17 النساء: 7)

18 (سنن ابوداؤد، حدیث 2870)

Online ISSN Print ISSN

3006-4651 3006-466X

ہندومت

قدیم ہندوستانی تہذیب میں عورت کی حیثیت نہایت محدود اور ثانوی تھی۔ معاشرتی طور پر عورت کو خاندان کی عزت کا ذریعہ تو سمجھا جاتا تھا، لیکن اسے کسی بھی مالی یا قانونی حق کا مالک نہیں مانا جاتا تھا۔ وراثت کے قوانین مردوں کے گرد گھومتے تھے، اور جائیداد واملاک ہمیشہ بیٹوں یا قریبی مرد رشتہ داروں کو منتقل ہوتی تھی۔ عورت کا کردار محض گھر کی دیکھ بھال، بچوں کی پرورش اور شوہر کی خدمت تک محدود تھا۔

ہندو مذہبی متون میں بھی عورت کی حیثیت کم تر بیان کی گئی ہے۔ منوسمرتی (Manusmriti)، جو کہ ہندو معاشرے میں قانون اور اخلاقی اصولوں کا بنیادی ماخذ مانی جاتی ہے، اس میں عورت کو اپنے والد، شوہر یا بیٹے کے زیرِ کفالت رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ اسے کبھی آزاد اور خود مختار تصور نہیں کیا گیا۔ اسی تناظر میں وراثت کے حق سے بھی عورت کو محروم رکھا گیا۔ صرف نایاب حالات میں، جب کوئی بیٹا نہ ہوتا، تو کبھی کبھار بیٹی کو کچھ حصہ دیا جاتا لیکن وہ بھی عموماً عارضی اور غیر مستقل نوعیت کا ہوتا۔

بیوہ عورت کی حالت مزید ناگفتہ بہ تھی۔ بعض علاقوں میں اسے شوہر کی وراثت میں حصہ تو در کنار، سماجی زندگی گزارنے کا حق بھی چھین لیا جاتا تھا۔ ستی (Sati) جیسی رسم اس بات کی عکاس تھی کہ بیوہ عورت کو شوہر کی موت کے بعد زندہ رہنے کے قابل بھی نہیں سمجھا جاتا تھا، اور اسے شوہر کی چتا پر زندہ جلا دیا جاتا۔ اگرچہ ہر جگہ یہ رسم عام نہ تھی لیکن کئی علاقوں میں اسے نیکی اور فرض سمجھا جاتا تھا۔ اس پس منظر میں بیوہ کے لیے وراثت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔[19]

اس کے برعکس اسلام نے عورت کو مکمل اور واضح وراثتی حقوق دیے۔ قرآن مجید میں عورت کو والدین اور شوہر دونوں کی جائیداد میں مقررہ حصہ دار قرار دیا گیا ہے:

"لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا[20]) "

نبی کریم ﷺ نے بھی وراثت کے ان اصولوں کو عملی طور پر نافذ فرمایا اور عورت کو اس کا حصہ دلوایا[21]. اس طرح اسلام نے قدیم ہندوستانی تہذیب کی ان ناانصافیوں کو ختم کیا اور عورت کو عزت، وقار اور وراثتی حق عطا کیا۔

یہودی اور عیسائی روایات

یہودی معاشرے میں عورت کو اکثر وراثت سے محروم رکھا جاتا اور صرف بیٹوں کو جائیداد منتقل کی جاتی۔ عیسائی معاشرے میں بھی عورت کے وراثتی حقوق بہت محدود تھے، اور بیشتر معاملات میں عورت اپنے والد یا شوہر پر انحصار کرتی تھی۔

اسلام نے ان تمام معاشرتی ناانصافیوں کو ختم کرتے ہوئے عورت کو ایک **مکمل وراثتی حق دار** قرار دیا۔ قرآن نے صاف الفاظ میں کہا:

"وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ[22]

ترجمہ " : اور عورتوں کے لیے بھی حصہ ہے اس مال میں جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں۔"

یہ اعلان نہ صرف عورت کی عزت و وقار کی بحالی تھا بلکہ انسانی تاریخ میں پہلی بار عورت کو باقاعدہ وراثت میں حصہ دار تسلیم کیا گیا۔

[19] منوسمرتی (Manusmriti) ، باب 9، شلوک 3-18

[20] النساء: 7(

[21] (صحیح بخاری، کتاب الفرائض)

(" [22] النساء: 7(

Vol. 3 No. 11 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651 Print ISSN 3006-466X

یہودی معاشرے میں عورت کو وراثت کے حق سے اکثر محروم رکھا جاتا تھا۔ جائیداد صرف بیٹوں کو منتقل کی جاتی تھی جبکہ بیٹیوں کو عموماً اس حق سے خارج کر دیا جاتا تھا۔ بسا اوقات خاص حالات میں بیٹیوں کو حصہ دیا جاتا، جیسا کہ تورات (گنتی 27: 1-11) میں "بیٹیاں زلفحاد" کا واقعہ مذکور ہے، لیکن یہ ایک استثنائی صورت تھی نہ کہ عمومی اصول۔ عملی طور پر عورت کو خاندان کی دولت یا جائیداد پر کوئی مستقل حق حاصل نہیں تھا اور وہ اپنے والد، شوہر یا بیٹے پر انحصار کرنے پر مجبور تھی۔[23]

عیسائی معاشرے میں بھی عورت کے وراثتی حقوق نہایت محدود تھے۔ یورپ کے کئی خطوں میں عورت کو زمین یا جائیداد میں حصہ صرف اس وقت ملتا جب کوئی مرد وارث موجود نہ ہوتا۔ حتیٰ کہ اگر عورت کو وراثت مل بھی جاتی تو شادی کے بعد اس جائیداد کا اختیار زیادہ تر شوہر کے پاس چلا جاتا تھا، جس سے عورت کی خود مختاری تقریباً ختم ہو جاتی تھی۔ اس دور کا معاشرتی ڈھانچہ عورت کو ہمیشہ مرد کے زیرِ ولایت رکھتا تھا۔[24]

اسلام ان تمام معاشرتی ناانصافیوں کو ختم کرنے کے لیے آیا اور عورت کو باقاعدہ وراثتی حق دار قرار دیا۔ قرآن مجید نے واضح اعلان کیا:

یہ اعلان انسانی تاریخ کا ایک انقلابی قدم تھا۔ پہلی بار عورت کو وراثت میں ایک **مستقل اور لازمی حصہ** دیا گیا۔ اسلام نے عورت کے حصے کو مردوں کی مرضی یا سماجی رواج کے تابع نہیں رکھا بلکہ اسے ایک الٰہی فریضہ اور شرعی قانون بنا دیا۔ سورہ النساء کی آیات (11، 12، 176) میں بیٹی، بیوی، ماں اور بہن کے حصے کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں، جنہیں فقہ میں "آیات المواریث" کہا جاتا ہے۔

اسلامی قانونِ وراثت کی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے عورت کو ہر رشتے کی حیثیت سے حق دیا: بیٹی کو باپ کے ترکے میں، ماں کو اولاد کے ترکے میں، بیوی کو شوہر کے ترکے میں اور بہن کو بھائی کے ترکے میں۔ یہ اصول اس بات کی ضمانت ہیں کہ عورت کو زندگی کے ہر مرحلے پر مالی تحفظ اور عزت حاصل رہے۔

اس پس منظر میں دیکھا جائے تو اسلام نے عورت کے وراثتی حقوق کے معاملے میں ایسا واضح اور منصفانہ نظام دیا جو نہ یہودیت میں تھا اور نہ ہی مسیحیت میں۔ ساتویں صدی عیسوی میں یہ ایک غیر معمولی انقلاب تھا جس نے عورت کو پہلی مرتبہ ایک باعزت اور خود مختار شخصیت کے طور پر تسلیم کیا۔

اسلام کا انقلابی موقف

قرآن میں عورت کی وراثت

اسلام نے پہلی بار عورت کو مستقل اور باقاعدہ وراثت کا حق دیا۔ قرآن مجید کی یہ تعلیم اس لحاظ سے انقلابی تھی کہ اس نے عورت کو ایک آزاد اور باعزت شخصیت کے طور پر تسلیم کیا۔ سورہ النساء میں ارشاد ہے:

"لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا[25]) "

ترجمہ" : مردوں کے لیے بھی حصہ ہے اس مال میں سے جو والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لیے بھی حصہ ہے اس مال میں سے جو والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں، خواہ مال کم ہو یا زیادہ، یہ حصہ مقرر کیا گیا ہے۔"

---

[23] تورات، عہد نامہ قدیم، گنتی 27: 1-11۔

[24] ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، تفسیر سورۃ النساء۔

[25] النساء: 7)

Vol. 3 No. 11 (2025)
Journal of Social Signs Review
Online ISSN Print ISSN
3006-4651 3006-466X

یہ آیت نہ صرف عورت کے حق کو تسلیم کرتی ہے بلکہ اسے ایک **فرض (نصیبًا مفروضًا)** قرار دیتی ہے، یعنی ایسا حق جسے کوئی ختم یا معطل نہیں کر سکتا۔ اسلام سے قبل معاشروں میں عورت کو یا تو وراثت سے بالکل محروم رکھا جاتا تھا یا اس کا حق مردوں کے رحم و کرم پر تھا، لیکن قرآن نے اسے اللہ کا مقرر کردہ حصہ بنا کر ابدی تحفظ عطا کیا۔[26]

مزید برآں، قرآن نے عورت کے وراثتی حصے کو مختلف رشتوں کی بنیاد پر واضح کیا۔ مثال کے طور پر بیٹی کو والد کے ترکے میں حصہ دیا گیا، بیوی کو شوہر کے مال میں مقررہ حصہ ملا، ماں کو اولاد کے ترکے میں حق دیا گیا اور بہن کو بھائی کے ترکے میں وارث بنایا گیا۔ یہ تفصیلات سورۃ النساء کی آیات 11، 12 اور 176 میں موجود ہیں۔ یہ شریعت کا وہ منصفانہ نظام ہے جو عورت کو ہر رشتے کی حیثیت سے مالی تحفظ فراہم کرتا ہے۔[27]

اسلام نے اس حق کو صرف قانونی نہیں بلکہ سماجی و اخلاقی اہمیت بھی دی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا" : اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے، اس لیے وارث کے لیے وصیت جائز نہیں۔ "(ابوداؤد، کتاب الوصایا، حدیث: 2870)۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وراثت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے اور کوئی شخص اپنی مرضی سے کسی وارث کو محروم نہیں کر سکتا۔

[28]فقہاء نے بھی اس بات پر زور دیا ہے کہ عورت کا وراثتی حق اس کے مالی تحفظ اور سماجی مقام کی ضمانت ہے۔ امام طبری اور امام قرطبیؒ اپنی تفاسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ وراثت میں عورت کو محروم رکھنا صریح ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت ہے۔

اسلامی تاریخ کے مطالعے سے بھی یہ بات سامنے آتی ہے کہ جب قرآن نے عورت کو وراثت کا حق دیا تو یہ اس وقت کے دنیاوی نظاموں کے مقابلے میں ایک حیران کن انقلاب تھا۔ یونانی، رومی اور ہندو معاشروں میں عورت کو وراثت کا کوئی مستقل حق حاصل نہ تھا، جبکہ اسلام نے اسے باقاعدہ طور پر لازمی حصہ دار بنا دیا۔[29]

احادیث وسنت کی روشنی میں

حدیث سے یہ اصول واضح ہوتا ہے کہ اللہ نے جو حصے مقرر کر دیے ہیں، ان میں تبدیلی یا وصیت کے ذریعے اضافہ و کمی جائز نہیں ہے۔ اس حکم کا مقصد وراثت میں عدل و انصاف قائم رکھنا ہے تاکہ کسی کو اس کے جائز حق سے محروم نہ کیا جائے۔[30]

قرآن مجید نے بھی اس اصول کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا" : **يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ** "[31]... اس آیت میں اللہ نے اولاد کی وراثت کے حصے واضح کر دیے، اور یہی آیات آگے والدین، بیوی، شوہر اور دیگر رشتہ داروں کے حقوق بھی بیان کرتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وراثت کے احکام انسانی عقل یا رسم و رواج پر نہیں بلکہ اللہ کے نازل کردہ احکام پر مبنی ہیں۔ لہٰذا کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنی مرضی یا دنیاوی مصلحت کے تحت ان حصوں میں تبدیلی کرے۔

احادیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے ایسے کئی واقعات میں وراثت کے فیصلے قرآن کے مطابق کیے۔ ایک موقع پر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے مال کے متعلق وصیت کرنے کی خواہش ظاہر کی، تو آپ ﷺ نے انہیں صرف ایک تہائی مال کی وصیت کرنے کی اجازت دی اور فرمایا :

---

[26]: ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، سورۃ النساء: 7)

[27]القرآن، سورۃ النساء: 11، 12، 176

[28]سنن ابوداؤد، کتاب الوصایا، حدیث: 2870

[29]حوالہ: لیلیٰ احمد، اسلام میں عورت اور جنس، ییل یونیورسٹی پریس، 1992

[30]سنن ابوداؤد: 2870

[31](النساء: 11)۔

Online ISSN | Print ISSN
3006-4651 | 3006-466X

"**الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ** "یعنی "تہائی اور تہائی بھی بہت ہے. اس سے واضح ہوتا ہے کہ وارثوں کے مقررہ حصے محفوظ ہیں اور انسان اپنی زندگی میں وصیت کے ذریعے صرف غیر وارثین کے حق میں کچھ مال مختص کر سکتا ہے، وہ بھی ایک تہائی سے زیادہ نہیں۔[32]

اسی طرح قرآن نے یہ بھی تاکید کی ہے کہ وراثت کے احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کردہ ہیں اور ان کی خلاف ورزی کرنے والا شخص گناہ گار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" :**تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ... وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا**[33] "...۔ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ وراثت کے مسائل میں عدل قائم رکھنا محض دنیاوی انصاف نہیں بلکہ آخرت کی نجات اور اللہ کی رضا کا ذریعہ بھی ہے۔

یہ تمام احادیث اور قرآنی آیات اس بات پر متفق ہیں کہ وراثت اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ حق ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی سنت کے ذریعے ان احکام کی مزید وضاحت کی۔ لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ان تعلیمات پر عمل کریں اور وراثت کے معاملات میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہدایات کو ترجیح دیں تاکہ معاشرے میں عدل، برابری اور خوشحالی قائم ہو۔

فقہاء کا اجماعی موقف

چاروں فقہی مکاتبِ فکر یعنی **حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی** اس بات پر متفق ہیں کہ عورت کے وراثتی حقوق قطعی اور ناقابل تنسیخ ہیں۔ قرآن و سنت کی نصوص واضح ہیں کہ وراثت میں عورت کا حصہ مقرر ہے اور کسی کو یہ اختیار نہیں کہ اسے ختم یا تبدیل کر سکے۔ فقہاء نے اس بات کو اصولی قاعدہ قرار دیا کہ وراثت کے احکام "نصوص قطعیہ " پر مبنی ہیں اور ان میں اجتہاد یا تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں۔

امام ابو حنیفہؒ نے صراحت کی ہے کہ وراثت کے مسائل عقل و رائے سے طے نہیں کیے جا سکتے، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ احکام ہیں۔ اسی طرح امام مالکؒ کے نزدیک وراثت کے حصے شریعت کی طرف سے متعین "حقوقِ شرعیہ " ہیں، جنہیں رد یا معطل کرنا کسی انسان کے اختیار میں نہیں۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ وراثت میں عورت اور مرد دونوں کے حصے قرآن میں بیان ہو چکے ہیں، لہٰذا اس میں کمی یا زیادتی دین کی حدود سے تجاوز ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ بھی اسی پر زور دیتے ہیں کہ کسی ولی یا حکمران کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ عورت کے حصے کو سلب کرے، کیونکہ یہ "حکم اللہ " ہے۔

مزید یہ کہ فقہاء نے اس بات پر بھی اجماع کیا ہے کہ عورت کو اس کے حصے سے محروم کرنا یا جبر کے ذریعے اس سے دستبردار کرانا ظلم اور گناہِ کبیرہ ہے۔ فقہی کتب میں بارہا یہ ذکر ملتا ہے کہ اگر کوئی شخص عورت کو اس کی وراثت سے محروم کرے تو وہ "غاصب " شمار ہوگا اور آخرت میں سخت مواخذے کا مستحق ہوگا۔[34]

اس اجماعی موقف کی بنیاد قرآن کی وہ آیات ہیں جن میں مرد و عورت دونوں کے حصے کا ذکر ہے:

"**لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا**[35]) "

ترجمہ: "مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں، خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ، یہ حصہ ایک مقرر حق ہے۔"

یوں عورت کا وراثتی حق صرف ایک سماجی یا قانونی حق نہیں بلکہ شرعی اور دینی فریضہ ہے، جسے تمام فقہاء نے متفقہ طور پر تسلیم کیا اور اسے ناقابلِ تغیر قرار دیا۔

---

[32] صحیح بخاری: 2742، صحیح مسلم: 1628)

[33] (النساء: 13-14)

[34] امام ابن قدامہ المقدسیؒ (فقہ حنبلی)

[35] النساء: 7)

Online ISSN 3006-4651 Print ISSN 3006-466X

عورت کی وراثت کے تفصیلی احکام

بیٹی کا حصہ

قرآن مجید میں بیٹی کے وراثتی حصے کا حکم نہایت وضاحت سے بیان ہوا ہے:

"يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ[36]) "

ترجمہ: "اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا، اگر صرف بیٹیاں ہوں اور وہ دو یا زیادہ ہوں تو ان کے لیے ترکے کا دو تہائی ہے، اور اگر ایک بیٹی ہو تو اس کے لیے نصف ہے۔"

- اگر بیٹی اکیلی وارث ہو اور کوئی بھائی یا دیگر شریکِ ورثہ نہ ہو تو اسے **نصف ترکہ** دیا جائے گا۔
- اگر بیٹیاں دو یا زیادہ ہوں تو انہیں **دو تہائی ترکہ** ملے گا جو وہ آپس میں برابر تقسیم کریں گی۔
- اگر بیٹے بھی ساتھ ہوں تو پھر تقسیم کا اصول یہ ہوگا کہ ہر بیٹے کو بیٹی کے مقابلے میں **دو حصے** ملیں گے۔

فقہاء نے اس پر اجماع کیا ہے کہ بیٹی کو اس کا حق پورے عدل کے ساتھ دیا جائے گا، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ "فرض" ہے۔ کسی باپ، بھائی یا خاندان کو یہ حق نہیں کہ بیٹی کو اس سے محروم کرے۔

ماں کا حصہ

قرآن مجید میں ماں کے حصے کا ذکر واضح الفاظ میں موجود ہے:

"وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ[37]) "

ترجمہ: "اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اگر اس کی اولاد ہو۔ اگر اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو ماں کو تہائی ملے گا۔ اور اگر اس کے بھائی بہن ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ دیا جائے گا۔"

- اگر میت کی **اولاد ہو** (بیٹے یا بیٹیاں) تو ماں کو **چھٹا حصہ (1/6)** ملے گا۔
- اگر میت کی **اولاد نہ ہو** اور صرف والدین وارث ہوں تو ماں کو **ایک تہائی (1/3)** ملے گا۔
- اگر میت کے **بھائی بہن بھی موجود ہوں** (خواہ ایک سے زیادہ) تو ماں کا حصہ **چھٹے حصے** تک محدود کر دیا جائے گا تاکہ دیگر ورثاء کے حقوق بھی محفوظ رہیں۔

فقہی تشریح

- امام ابو حنیفہؒ اور دیگر فقہاء نے لکھا ہے کہ ماں کو حصہ دینے میں ہمیشہ پہلے قرض اور وصیت نکالی جائے گی، پھر تقسیم ہوگی۔
- ماں کا حق کسی صورت ساقط نہیں ہو سکتا، خواہ میت کی جائیداد کم ہو یا زیادہ۔
- اگر والد بھی زندہ ہوں تو والد ماں کے ساتھ وارث بن کر باقی ماندہ ترکہ کا حق دار ہوگا۔

ماں کو حصہ دینے کی حکمت یہ ہے کہ اسلام نے ماں کی قربانیوں، پرورش اور حق کو ہمیشہ نمایاں کیا ہے۔ لہٰذا شریعت نے اس کے وراثتی حق کو لازمی اور قطعی قرار دیا تاکہ کوئی اولاد یا رشتہ دار اسے محروم نہ کر سکے۔[38]

[36] النساء: 11)

[37] النساء: 11)

[38] تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی، تفسیر جلالین

Online ISSN 3006-4651
Print ISSN 3006-466X

بیوی کا حصہ

قرآنِ مجید میں بیوی کے وراثتی حق کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے:

"وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم مِّن بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ[39]) "

ترجمہ: "اور تمہاری بیویوں کے لیے تمہارے چھوڑے ہوئے مال کا چوتھائی ہے اگر تمہاری کوئی اولاد نہ ہو۔اور اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کے لیے آٹھواں حصہ ہے، بعد اس کے کہ تمہاری وصیت پوری کر دی جائے یا قرض ادا کر دیا جائے۔"

- اگر شوہر کا انتقال ہو اور **اس کی کوئی اولاد نہ ہو تو بیوی کو چوتھائی (1/4)** ترکہ ملے گا۔
- اگر شوہر کے ہاں **اولاد موجود ہو** (چاہے وہ اسی بیوی سے ہو یا کسی دوسری بیوی سے) تو بیوی کو **آٹھواں (1/8)** حصہ دیا جائے گا۔
- اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو ان کا مجموعی حصہ ایک ہی ہوگا (یعنی ¼ یا) جسے وہ آپس میں برابر تقسیم کریں گی۔

فقہی وضاحت

- امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ سب اس بات پر متفق ہیں کہ بیوی کے وراثتی حقوق قطعی ہیں اور کسی حال میں سلب نہیں کیے جا سکتے۔
- اگر بیوی کے ساتھ میت کے والدین، بہن بھائی یا دیگر رشتہ دار بھی موجود ہوں تب بھی بیوی کو اس کا حصہ لازمی طور پر ملے گا۔
- بیوی کو وراثت اس لیے ملتی ہے کہ وہ ازدواجی تعلق کی بنیاد پر میت کے ساتھ جڑی ہوئی تھی، اور اسلام نے نکاح کے اس رشتے کو وراثتی حقوق سے مضبوط کیا ہے۔[40]

اہم نکتہ:

- بیوی کے حصے کی تقسیم سے پہلے میت کے تمام قرض اور وصیت پوری کی جائے گی۔
- اگر بیوی کو اس کے حصے سے محروم کیا جائے تو یہ ظلم اور گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ قرآن نے اس حصے کو "حقاً مفروضاً" یعنی لازمی اور مقررہ حق قرار دیا ہے۔

بہن کا حصہ

قرآن مجید میں بہنوں کے وراثتی حق کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے:

"يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِن لَّمْ يَكُن لَّهَا وَلَدٌ فَإِن كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ وَإِن كَانُوا إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ[41]) "

ترجمہ: "لوگ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں۔ کہہ دیجیے: اللہ تمہیں کلالہ (ایسا شخص جس کے نہ والدین ہوں نہ اولاد) کے بارے میں حکم دیتا ہے۔اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو اس کے لیے نصف ہے جو وہ چھوڑ گیا، اور وہ (بھائی) اس بہن کا وارث ہوگا اگر اس کی کوئی اولاد نہ ہو۔اگر دو بہنیں ہوں تو ان کے لیے دو تہائی ہے جو میت چھوڑ گیا، اور اگر کئی بھائی بہن ہوں تو مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ دیا جائے گا۔"

[39] النساء: 12)
[40] تفسیر ابن کثیر
[41] النساء: 176)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651 Print ISSN 3006-466X

تفصیل

- اگر میت کا **صرف ایک بہن** وارث ہو اور کوئی بھائی یا اولاد نہ ہو تو اسے **نصف (½)** ترکہ ملے گا۔
- اگر **دو بہنیں** ہوں تو وہ دونوں مل کر **دو تہائی (⅔)** کی حق دار ہوں گی۔
- اگر بہنیں زیادہ ہوں (دو سے زائد) اور کوئی بھائی نہ ہو تو ان کا مجموعی حصہ بھی **دو تہائی** ہی ہوگا۔
- اگر بھائی بھی ساتھ ہوں تو پھر تقسیم کا اصول "للذکر مثل حظ الانثیین" پر ہوگا، یعنی ہر بھائی کو بہن کے مقابلے میں **دوگنا** حصہ ملے گا۔
- اگر بہن اکیلی وارث نہ ہو بلکہ دیگر وارث (مثلاً والد یا ماں) بھی موجود ہوں تو ان کے حصے نکالنے کے بعد بہن کو اس کا حق ملے گا۔[42]

فقہی وضاحت

- **کلالہ** کا مسئلہ خاص طور پر بہن بھائیوں کے حصوں سے متعلق ہے۔ کلالہ اس کو کہا جاتا ہے جس کا نہ والد ہو نہ اولاد۔
- امام ابن قدامہؒ (المغنی) لکھتے ہیں کہ بہن کے حصے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ اگر وہ اکیلی ہو تو نصف اور اگر دو یا زیادہ ہوں تو دو تہائی حصہ ملے گا۔
- فقہاء کے نزدیک بہن کو اس کا حصہ "حق مفروض" ہے جسے رد یا منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔

حکمت

اسلام سے پہلے جاہلیت میں بہنوں کو وراثت سے محروم رکھا جاتا تھا۔ قرآن نے ان کے حصے واضح کر کے انہیں عزت اور مالی تحفظ دیا۔ یہ اصول خاندان میں توازن پیدا کرتا ہے اور عورت کو اس کے بنیادی مالی حقوق فراہم کرتا ہے۔[43]

وراثت کے احکام میں حکمت

اسلام نے وراثت میں مرد اور عورت کے حصوں کو مختلف رکھا ہے، لیکن یہ فرق سراسر عدل، حکمت اور ذمہ داریوں کی تقسیم پر مبنی ہے، نہ کہ کسی صنفی امتیاز پر۔ قرآن میں ارشاد ہے" : **يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ**[44] "یعنی اللہ تعالیٰ نے اولاد کے بارے میں حکم دیا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔ یہ بظاہر فرق نظر آتا ہے، لیکن در حقیقت یہ عدل اور معاشرتی ذمہ داریوں کے عین مطابق ہے۔ مرد پر خاندان کی کفالت، بیوی اور بچوں کا نان و نفقہ، رہائش اور دیگر اخراجات کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے[45]، جبکہ عورت کا مال صرف اسی کی ذاتی ملکیت ہے، جس پر شوہر یا کسی اور کے لیے خرچ کرنا لازم نہیں۔ امام قرطبیؒ اس فرق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے عورت کو کم حصہ اس لیے دیا کہ وہ اپنے مال کو محفوظ رکھتی ہے، جبکہ مرد کو زیادہ اس لیے دیا گیا کہ وہ اپنے اور دوسروں کے اخراجات کا ذمہ دار ہے" [46]۔ امام شافعیؒ بھی یہی اصول بیان کرتے ہیں کہ "مرد کو زیادہ دینا انصاف کے خلاف نہیں بلکہ ذمہ داریوں کے لحاظ سے عدل ہے" [47]۔ اسی طرح امام ابن قدامہؒ نے کہا کہ عورت کو وراثت کے ساتھ ساتھ مہر اور نان و نفقہ کا بھی حق حاصل ہے، جبکہ مرد کو صرف وراثت اور اپنی کمائی پر اکتفا کرنا ہوتا ہے[48]۔

---

[42] تفسیر ابن کثیر

[43] **الفقه على المذاهب الأربعة** — عبد الرحمن الجزيري

[44] (النساء: 11)

[45] (تفسیر ابن کثیر، ج2، ص219)

[46] (الجامع لأحکام القرآن، ج5، ص60)

[47] (الأم للشافعی، ج4، ص90)

[48] (المغنی لابن قدامہ، ج6، ص175)

Online ISSN 3006-4651 Print ISSN 3006-466X

نبی کریم ﷺ نے بھی مرد کی کفالت کی ذمہ داری پر زور دیا اور فرمایا" : **كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَقُوتُ** [49] "یعنی آدمی کے گناہگار ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے زیرِ کفالت لوگوں کو ضائع کرے۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ مرد پر خرچ کرنے کی ذمہ داری لازم ہے اور اسی وجہ سے اسے وراثت میں زیادہ دیا گیا۔ مزید برآں، اسلام نے عورت کو صرف وراثت ہی نہیں بلکہ مہر اور اپنی محنت کی کمائی پر بھی مکمل حق دیا ہے اس طرح عورت کو اس کے حق کے ساتھ ساتھ معاشی تحفظ بھی دیا گیا کیونکہ وہ جو کچھ وراثت یا مہر یا نفقہ کی صورت میں حاصل کرتی ہے وہ اس کی ذاتی ملکیت ہے اور اس پر کسی اور کے اخراجات لازم نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اسلامی قانون وراثت دنیا کے ہر دور میں عورت کو مضبوط سہارا فراہم کرتا ہے۔ جدید معاشروں میں جہاں مرد پر کفالت کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے، وہاں عورت اکثر دباؤ اور مشکلات کا شکار ہو جاتی ہے، لیکن اسلام نے اسے وراثت کے ساتھ ساتھ مہر اور نفقہ جیسے مستقل ذرائع سے بھی تحفظ دیا ہے۔ لہٰذا اسلام میں مرد و عورت کے حصوں کا فرق صنفی برتری نہیں بلکہ عدل، ذمہ داری اور معاشرتی حکمت کا نتیجہ ہے۔

عصرِ حاضر میں عورت کے وراثتی مسائل

آج کے دور میں اگرچہ قانونی طور پر عورت کو وراثت میں حصہ دیا جاتا ہے، لیکن عملی طور پر اسے کئی طرح کی رکاوٹوں کا سامنا ہے۔ دیہی علاقوں میں عموماً عورتوں کو اس لیے وراثت سے محروم کیا جاتا ہے تاکہ زمین اور جائیداد خاندان کے مردوں کے پاس ہی رہیں اور باہر کے خاندان یا سسرال تک منتقل نہ ہوں، اسی وجہ سے عورتوں پر دباؤ ڈالا جاتا ہے کہ وہ اپنے حق سے دستبردار ہو جائیں۔ بعض عورتیں جہالت، کمزور مالی حالت یا خاندانی دباؤ کے باعث خاموشی اختیار کر لیتی ہیں اور اپنا حق چھوڑ دیتی ہیں۔ عدالتی نظام کی پیچیدگیاں بھی عورت کے حق وراثت کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہیں، کیونکہ مقدمات برسوں چلتے ہیں، قانونی اخراجات زیادہ ہوتے ہیں اور سماجی دباؤ بھی برداشت سے باہر ہوتا ہے۔ بہت سی عورتیں تو اس خوف سے دعویٰ ہی دائر نہیں کرتیں کہ کہیں خاندان یا رشتہ داروں سے تعلقات خراب نہ ہو جائیں۔ اس کے علاوہ بعض اوقات جعلی دستاویزات تیار کر کے عورتوں کو حصے سے محروم کر دیا جاتا ہے یا بظاہر انہیں شریکِ ملکیت بنا دیا جاتا ہے لیکن عملاً زمین بیچنے یا استعمال کرنے کا حق نہیں دیا جاتا[50]۔ کچھ خاندانوں میں عورت کے حق کو جہیز یا شادی کے اخراجات کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے اور یہ دلیل دی جاتی ہے کہ چونکہ شادی پر خرچ ہو چکا ہے اس لیے اسے وراثت لینے کی ضرورت نہیں۔ شہری علاقوں میں اگرچہ تعلیم اور قانون کے بارے میں شعور زیادہ ہے، لیکن یہاں بھی عورتیں اکثر مردوں پر انحصار کرتی ہیں اور بعض اوقات مرد رشتہ داران کے حصے پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ عورتیں رشتہ داروں سے تعلقات کے بگڑنے یا معاشرتی بدنامی کے خوف سے خاموش رہ جاتی ہیں۔ اس طرح یہ واضح ہے کہ اگرچہ اسلام اور ملکی قوانین عورت کو مکمل حق دیتے ہیں، مگر سماجی رویے، جہالت، دباؤ، قانونی پیچیدگیاں اور خاندانی دباؤ کی وجہ سے عورت اپنے وراثتی حق سے اکثر محروم رہ جاتی ہے۔ اس مسئلے کے حل کے لیے ضروری ہے کہ معاشرتی سطح پر آگاہی مہمات چلائی جائیں تاکہ عورت اپنے حق کو پہچانے اور مطالبہ کر سکے، قوانین پر سختی سے عمل درآمد کرایا جائے تاکہ کوئی بھی عورت کو اس کے حق سے محروم نہ کرے، عدالتوں میں وراثتی مقدمات کے لیے فوری کارروائی کا نظام بنایا جائے تاکہ عورت کو برسوں انتظار نہ کرنا پڑے، اور تعلیمی و مذہبی ادارے اس بات پر روشنی ڈالیں کہ وراثت دینا محض قانونی تقاضا نہیں بلکہ شرعی فریضہ اور بڑا گناہ ہے اگر اسے روکا جائے[51]۔

---

[49] (سنن ابوداؤد، حدیث: 1692)

[50] دستورِ پاکستان، آرٹیکل 23 اور 24 (جائیداد کے حقوق)

[51] مسلم فیملی لاز آرڈیننس 1961, پاکستان کمیشن برائے حقوقِ نسواں، سالانہ رپورٹ 2022

Journal of Social Signs Review

Online ISSN Print ISSN

3006-4651 3006-466X

قرآن وسنت کی روشنی میں عورت کی وراثتی محرومی کی قباحت

عورت کو وراثت سے محروم کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی کھلی خلاف ورزی ہے، کیونکہ وراثت کے احکام قرآن وسنت میں نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ قرآن میں فرمایا گیا" :وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ[52]) "

ترجمہ: "جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود سے تجاوز کرے، اللہ اسے جہنم میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور اس کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہوگا۔"

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ وراثت کے مقررہ حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حد (حدود اللہ) ہیں اور ان میں تبدیلی، کمی یا زیادتی کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" :إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ[53] "یعنی "اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے، اس لیے وارث کے لیے وصیت نہیں کی جاسکتی۔" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو حصے مقرر کر دیے ہیں، ان میں کسی قسم کی کمی بیشی کرنے کا کسی کو اختیار نہیں۔

علماء کرام نے بھی وضاحت کی ہے کہ عورت کو وراثت سے محروم کرنا نہ صرف اس کا حق غصب کرنا ہے بلکہ یہ ظلم اور فتنہ انگیزی بھی ہے۔ امام قرطبیؒ لکھتے ہیں: "وراثت کے احکام میں تبدیلی یا عورت کو اس کے حق سے محروم کرنا ایسا ہی ہے جیسے اللہ کی کتاب کا انکار کرنا"[54]۔

یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ عورت کو وراثت نہ دینا صرف دنیاوی ناانصافی نہیں بلکہ آخرت میں بھی سخت وبال کا سبب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" : مَنْ قَطَعَ مِيرَاثًا فَرَضَهُ اللَّهُ قَطَعَ اللَّهُ مِيرَاثَهُ مِنَ الْجَنَّةِ[55] "یعنی "جس نے کسی وارث کو اس کے مقررہ حصے سے محروم کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے جنت سے محروم کر دے گا۔"

لہٰذا یہ بات بالکل واضح ہے کہ عورت کو وراثت کے حق سے محروم کرنا نہ صرف شرعی طور پر ناجائز ہے بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی اور حدود اللہ کی کھلی خلاف ورزی ہے، جس کا انجام جہنم اور عذابِ الیم ہے۔

خواتین کے حقوق کی بحالی کے لیے عملی تجاویز

عورت کو اس کے حقوق کے بارے میں تعلیم دی جائے:

خواتین کو قرآن وسنت کی روشنی میں وراثت کے بارے میں آگاہی فراہم کرنا نہایت ضروری ہے، کیونکہ اکثر عورتیں لاعلمی یا جہالت کی وجہ سے اپنے حق سے محروم رہ جاتی ہیں۔ اگر عورت اپنے حق کو پہچان لے تو وہ نہ دباؤ میں آئے گی اور نہ ہی کسی کے دھوکے میں۔ قرآن کریم نے وراثت کے احکام کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے:

"لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ[56]) "...

ترجمہ: "مردوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں، اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے۔"

---

[52]النساء: 14(

[53](سنن ابوداؤد، حدیث: 2870)

[54](الجامع لأحکام القرآن، ج5، ص65)

[55](ابن ماجہ، حدیث: 2703)

[56]النساء: 7(

Vol. 3 No. 11 (2025)
Journal of Social Signs Review
Online ISSN 3006-4651
Print ISSN 3006-466X

یہ آیت عورت کو اس کے وراثتی حق کا اعلان کرنے والی بنیادی نص ہے۔ لیکن چونکہ کئی خواتین ان آیات سے واقف نہیں ہوتیں، اس لیے تعلیم و آگاہی ناگزیر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی تعلیم کو اہم قرار دیا:

"طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ[57] "

ترجمہ: "علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"

یہاں "ہر مسلمان" میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں، اور وراثت کے حقوق کا علم حاصل کرنا بھی اسی میں آتا ہے۔

اسلامی تاریخ میں بھی عورتوں نے دینی تعلیم حاصل کر کے اپنے حقوق کی حفاظت کی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نہ صرف علمِ حدیث اور فقہ کی ماہر تھیں بلکہ دوسرے صحابہؓ بھی ان سے وراثت اور دیگر مسائل میں رجوع کرتے تھے[58]۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عورت اگر تعلیم حاصل کرے تو اپنے اور دوسروں کے حقوق کے تحفظ میں کردار ادا کر سکتی ہے۔

آج کے دور میں ضروری ہے کہ تعلیمی اداروں، مساجد، میڈیا اور سماجی تنظیموں کے ذریعے خواتین کو وراثت کے احکام سکھائے جائیں۔ اسکول اور کالجز کے نصاب میں "حقوقِ نسواں اور وراثت" کے مضامین شامل کیے جائیں، مساجد کے خطبات میں اس موضوع پر روشنی ڈالی جائے، اور میڈیا کے ذریعے عام عورت تک یہ پیغام پہنچایا جائے کہ وراثت اس کا **شرعی و قانونی حق** ہے، جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے اور جسے کوئی بھی ختم نہیں کر سکتا۔

عدالتی نظام کو آسان اور تیز تر بنایا جائے:

وراثت کے مقدمات عموماً برسوں تک چلتے ہیں جس کی وجہ سے خواتین عدالتوں میں جانے سے گھبراتی ہیں اور اکثر اپنے حق کے حصول سے دستبردار ہو جاتی ہیں۔ قرآن مجید میں عدل و انصاف کے بارے میں بار بار تاکید کی گئی ہے": **إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ**[59] "یعنی" بیشک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔" لیکن جب وراثتی مقدمات برسوں لٹک جائیں تو یہ عدل کے تقاضوں کے خلاف ہو جاتا ہے۔

اس تاخیر کی کئی وجوہات ہیں، جیسے عدالتی نظام کی پیچیدگیاں، وکلاء کی بھاری فیسیں، گواہوں کا پیش نہ ہونا، زمین اور جائیداد کے ریکارڈ میں شفافیت کی کمی اور بعض اوقات بااثر افراد کا دباؤ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا": **مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ**[60] "یعنی "امیر کا کسی کا حق ادا کرنے میں تاخیر کرنا ظلم ہے۔" یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ بلاوجہ تاخیر بھی ظلم کے زمرے میں آتی ہے، اور خواتین کو وراثت میں حق دلوانے میں تاخیر اسی حکم کے تحت ظلم ہے۔

اس مسئلے کے حل کے لیے ضروری ہے کہ فوری انصاف فراہم کرنے والے خصوصی فیملی کورٹس قائم کی جائیں جو صرف وراثت اور خاندانی معاملات کو ترجیحی بنیادوں پر نمٹائیں۔ مقدمات کو نمٹانے کے لیے قانوناً ایک وقت کی حد مقرر کی جائے تاکہ خواتین برسوں تک عدالتوں کے چکر نہ کاٹتی رہیں۔ پاکستان کے دستور میں بھی ہر شہری کو جائیداد کے حق کی ضمانت دی گئی ہے اور مسلم فیملی لاز آرڈیننس 1961 میں عورت کے وراثتی حق کو واضح طور پر تسلیم کیا گیا ہے[61]۔

---

[57] سنن ابن ماجہ، حدیث: 224)
[58] (تہذیب التہذیب لابن حجر، ج12، ص450)
[59] (النحل: 90)
[60] (صحیح بخاری، حدیث: 2400)
[61] (دستور پاکستان، آرٹیکل 23 اور 24)

Vol. 3 No. 11 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN Print ISSN

3006-4651 3006-466X

مزید یہ کہ عدالتی اخراجات کم کیے جائیں یا غریب اور مجبور خواتین کو مفت قانونی امداد (Free Legal Aid) فراہم کی جائے تاکہ وہ باآسانی اپنے حق کے حصول کے لیے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکیں۔ قرآن میں حکم ہے ": وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ[62] "یعنی "جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو۔" یہ آیت عدلیہ کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہے کہ وہ مقدمات میں خاص طور پر وراثتی تنازعات میں انصاف کو فوری اور شفاف طریقے سے یقینی بنائے۔

اس کے ساتھ ساتھ جائیداد اور زمین کے ریکارڈ کو کمپیوٹرائزڈ اور شفاف بنایا جائے تاکہ کوئی بھی جعل سازی یا دستاویزات میں ردوبدل کر کے عورت کو اس کے حق سے محروم نہ کر سکے۔ خواتین کے لیے خصوصی قانونی سہولت مراکز (Women Legal Aid Centers) قائم کیے جائیں جہاں انہیں نہ صرف قانونی رہنمائی دی جائے بلکہ مقدمے کی پیروی کے لیے سرکاری وکیل بھی فراہم کیا جائے۔

یہ اقدامات نہ صرف خواتین کو ان کے شرعی اور قانونی حق تک رسائی دینے میں مددگار ہوں گے بلکہ معاشرے میں انصاف، اعتماد اور قانون کی بالادستی کو بھی مضبوط کریں گے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا": إِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ[63] "یعنی "تم سے پہلے امتیں اس لیے ہلاک ہوئیں کہ جب ان میں طاقتور جرم کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا اور کمزور پر سزا نافذ کر دی جاتی۔" اس حدیث کا اطلاق آج بھی عدالتی نظام پر ہوتا ہے کہ اگر طاقتور اپنے حق میں تاخیر کروالے اور کمزور کو اس کا حق نہ ملے تو یہ تباہی کی علامت ہے۔

ذہبی رہنماؤں کو معاشرتی اصلاح کے لیے کردار ادا کرنا چاہیے:

علمائے کرام اور خطباء پر یہ بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے خطبات جمعہ، دروس قرآن و حدیث اور مختلف مجالس میں وراثت کے احکام کو بار بار بیان کریں، کیونکہ عوام زیادہ تر انہی کی بات کو سنجیدگی سے سنتے ہیں اور اسے عمل کا معیار سمجھتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے ": تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ... وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا[64] "یعنی یہ اللہ کی حدیں ہیں، جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جو نافرمانی کرے گا وہ آگ میں جائے گا۔ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ وراثت کے احکام کی خلاف ورزی محض دنیاوی نہیں بلکہ اخروی وبال بھی رکھتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا" : مَنْ قَطَعَ مِيرَاثَ وَارِثِهِ قَطَعَ اللَّهُ مِيرَاثَهُ مِنَ الْجَنَّةِ[65] "یعنی "جس نے اپنے وارث کو میراث سے محروم کیا، اللہ تعالیٰ اسے جنت کی میراث سے محروم کر دے گا۔" یہ حدیث عورت کو وراثت سے محروم کرنے کے سنگین انجام کو واضح کرتی ہے، لہٰذا علمائے کرام کو چاہیے کہ وہ اس مسئلے پر خاموشی اختیار نہ کریں بلکہ اسے منبر و محراب سے ایک مضبوط آواز بنائیں۔

اگر علما اور خطباء بار بار یہ پیغام دیں کہ عورت کو وراثت سے محروم کرنا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بڑا گناہ ہے تو عوام کے ذہنوں میں یہ بات راسخ ہو جائے گی کہ یہ محض سماجی رسم یا رواج کا معاملہ نہیں بلکہ ایک دینی فریضہ ہے۔ اس سے معاشرے میں وہ سوچ بھی ختم ہو گی کہ وراثت صرف مردوں کا حق ہے اور خواتین کو دینے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ لوگ اسے شریعت کی لازمی تعلیم سمجھ کر پورا کریں گے۔

[62](النساء: 58)

[63](صحیح بخاری، حدیث: 6788)

[64](النساء: 13-14)

[65](ابن ماجہ، حدیث: 2703)

Vol. 3 No. 11 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X

مزید یہ کہ مدارس و جامعات میں بھی وراثت کے موضوع پر خصوصی نصاب مرتب کیا جائے تاکہ مستقبل کے علما اور خطباء کو یہ علم پختگی سے حاصل ہو اور وہ عملی طور پر لوگوں کو وراثت کی اہمیت سمجھا سکیں۔ اسی طرح میڈیا پر مذہبی پروگراموں کے ذریعے علما کو اس موضوع پر عوامی رہنمائی کرنی چاہیے۔ قرآن میں حکم ہے" :وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ[66] "یعنی" یاد دہانی کراتے رہو، بے شک یاد دہانی مؤمنوں کو نفع دیتی ہے۔" لہٰذا علمائے کرام کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ وراثت جیسے اہم فریضے کی بار بار یاد دہانی کراتے رہیں۔

اگر یہ سلسلہ منظم انداز میں جاری رہا تو رفتہ رفتہ معاشرتی رویوں میں تبدیلی آئے گی اور لوگ وراثت کو محض قانونی تقاضا نہیں بلکہ ایک **شرعی اور ایمانی ذمہ داری** سمجھ کر ادا کریں گے۔

عورت کو اپنے حق کے حصول کے لیے قانونی سہولت فراہم کی جائے:

قانونی سطح پر خواتین کو مفت یا سستی قانونی معاونت (Legal Aid) فراہم کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ وہ بلا جھجک اپنے وراثتی حق کے حصول کے لیے عدالتوں سے رجوع کر سکیں۔ سرکاری اداروں میں خواتین کے لیے خصوصی ڈیسک قائم کیے جائیں جہاں تربیت یافتہ عملہ خواتین کی رہنمائی کرے اور ان کے مسائل فوری طور پر سنے۔ خواتین کو اپنے کیسز کی پیروی کے لیے ماہر وکلاء اور مشیروں کی سہولت فراہم کی جائے تاکہ وہ عدالتی پیچیدگیوں کو سمجھ سکیں اور کسی بھی دھوکے یا قانونی رکاوٹ کا شکار نہ ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ خواتین کے لیے لیگل ایڈ سینٹرز اور ہیلپ لائنز قائم کی جائیں جہاں وہ بآسانی رابطہ کر کے رہنمائی حاصل کر سکیں۔ حکومت کو چاہیے کہ خواتین کے وراثتی مقدمات کے لیے عدالتوں میں الگ کاؤنٹرز اور تیز تر کارروائی کا نظام قائم کرے تاکہ مقدمات برسوں لٹکنے کے بجائے مخصوص مدت میں حل ہو جائیں۔

مزید برآں، خواتین کے لیے آگاہی پروگرام چلائے جائیں تاکہ وہ جان سکیں کہ قانون کس طرح ان کی مدد کرتا ہے اور وہ کون سی دستاویزات اور طریقۂ کار استعمال کر کے اپنے حق کو حاصل کر سکتی ہیں۔ اس مقصد کے لیے میڈیا، سول سوسائٹی، اور این جی اوز بھی کردار ادا کریں تاکہ دیہی اور دور دراز علاقوں کی خواتین کو بھی یہ سہولتیں میسر ہوں۔ بعض اوقات خواتین عدالتی اخراجات اور رشوت طلبی کے ڈر سے اپنے حق کے حصول کی جدوجہد ہی نہیں کرتیں، اس لیے ان کے لیے شفاف اور بامقصد نظام فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اس طرح جب خواتین کو یقین ہو جائے گا کہ ان کے ساتھ قانونی سطح پر ناانصافی نہیں ہو گی تو وہ اپنے شرعی و قانونی حق کے حصول میں زیادہ بااعتماد ہوں گی۔[67]

خلاصہ تحقیق

اسلام نے عورت کو وراثت کا وہ حق دیا جو کسی اور تہذیب یا مذہب نے نہیں دیا۔ زمانۂ جاہلیت میں عورت کو وراثت کا مستحق نہیں سمجھا جاتا تھا، بلکہ بعض معاشروں میں اسے جائیداد کا حصہ تصور کر کے خود وراثت کا مال بنا دیا جاتا تھا۔ اسلام نے اس سوچ کو یکسر مسترد کر کے عورت کو ایک باوقار انسان اور مکمل وارث کے طور پر تسلیم کیا۔ قرآن کریم نے نہ صرف عورت کے حصے متعین کیے بلکہ یہ بھی واضح کر دیا کہ یہ حصے کسی انسانی مصلحت یا رواج کے تحت تبدیل نہیں کیے جا سکتے:

"لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا) "النساء: 7(

[66] (الذاریات: 55)

[67] Ministry of Information & Broadcasting, Government of Pakistan. (2018, October 18)

Vol. 3 No. 11 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN Print ISSN

3006-4651 3006-466X

ترجمہ" : مردوں کے لیے بھی اس میں حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں، اور عورتوں کے لیے بھی اس میں حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں، چاہے وہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ، یہ حصہ مقرر کیا گیا ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ) "سنن ابوداؤد، حدیث: 2870(

ترجمہ" : اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کو اس کا حق دے دیا ہے، لہٰذا وارث کے لیے وصیت نہیں کی جا سکتی۔"

عصرِ حاضر میں اگرچہ ریاستی سطح پر قوانین موجود ہیں جو عورت کو وراثت میں حصہ دینے کی ضمانت دیتے ہیں، لیکن عملی طور پر صورتحال مختلف ہے۔ کئی معاشروں میں عورت کو جائیداد سے محروم رکھنے کے لیے رواج، دباؤ یا جہالت کا سہارا لیا جاتا ہے۔ بعض خواتین عدالتی پیچیدگیوں، مالی کمزوری اور خاندانی مخالفت کے باعث اپنے حق سے دستبردار ہو جاتی ہیں۔ نتیجتاً، وہ حق جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کیا ہے، عملاً ان تک نہیں پہنچ پاتا۔ یہ نہ صرف عورت کے ساتھ ناانصافی ہے بلکہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی بھی ہے:

"وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ) "النساء: 14(

ترجمہ" : اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود سے تجاوز کرے، اللہ اسے جہنم میں ڈال دے گا، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔"

فقہاء کے اجماعی موقف کے مطابق عورت کا وراثتی حق قطعی اور ناقابلِ تنسیخ ہے۔ چاروں مکاتبِ فقہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) متفق ہیں کہ عورت کو کسی صورت اس کے حصے سے محروم نہیں کیا جا سکتا (ابن قدامہ، المغنی، ج6، ص169؛ تفسیر القرطبی، ج5، ص60)۔

اس مسئلے کے حل کے لیے ضروری ہے کہ ریاستی ادارے قوانین پر سختی سے عمل درآمد کرائیں اور ایسے انتظامی اقدامات کریں جن سے عورت کو عدالتوں میں فوری انصاف مل سکے۔ خصوصی فیملی کورٹس، لیگل ایڈ سینٹرز اور خواتین کے لیے آگاہی پروگرام اس سلسلے میں بنیادی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اسی طرح علماء کرام اور خطباء پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ خطبات اور دروس میں وراثت کے احکام بیان کریں اور واضح کریں کہ عورت کو وراثت سے محروم کرنا نہ صرف گناہ بلکہ سماجی فساد کا باعث بھی ہے۔ مزید برآں، میڈیا اور تعلیمی اداروں کو چاہیے کہ وہ عوام میں یہ شعور اجاگر کریں کہ وراثت محض ایک قانونی حق نہیں بلکہ یہ ایک شرعی فریضہ ہے جس کی ادائیگی میں کوتاہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہے۔

آخرکار، عورت کے وراثتی حق کا مکمل تحفظ اسی وقت ممکن ہے جب اسلامی تعلیمات کو بنیاد بنایا جائے اور قوانین پر شفافیت کے ساتھ عمل کیا جائے۔ یہ نہ صرف عورت کے حق میں انصاف ہوگا بلکہ پورے معاشرے میں عدل و توازن قائم کرنے کا ذریعہ بھی بنے گا، جو اسلام کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے

اہم سوالات

1. قدیم رومی تہذیب میں عورت کی وراثتی حیثیت کیا تھی؟
2. قرآن نے عورت کے وراثتی حق کو کس طرح بیان کیا ہے؟
3. بیٹی، بیوی اور ماں کے حصے میں کیا فرق ہے؟
4. عصرِ حاضر میں عورت کو وراثت سے کیوں محروم رکھا جاتا ہے؟

Vol. 3 No. 11 (2025)
Journal of Social Signs Review
Online ISSN 3006-4651
Print ISSN 3006-466X

5. عورت کے وراثتی حق کے نفاذ سے معاشرے میں کیا تبدیلی آسکتی ہے؟

مراجع

- قرآن مجید، سورۃ النساء: آیات 7، 11، 12، 176
- سنن ابو داؤد، حدیث 2870
- صحیح بخاری، کتاب الفرائض
- Gardner, J. F. Women in Roman Law and Society. Routledge, 1991
- Dixon, Suzanne. The Roman Family. Johns Hopkins University Press, 1992
- Rawson, Beryl. The Family in Ancient Rome. Routledge, 1986
- محمد تقی عثمانی، اسلام اور خواتین کے حقوق
- مفتی محمد شفیع، معارف القرآن